R.No. 2186/57 | Regd. No. L922

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

ٹیلی فون — ۲۹
[illegible]

تاریخ اشاعت
۱-۸-۱۵-۲۲

جلد ۲۳۔ شمارہ ۳ | ایڈیٹر آل احمد سرور | ۱۵ جنوری ۱۹۶۴ء

ادارِیہ

ایک رسم الخط کی بات

پنڈت جواہر لال نہرو نے بمبئی کی ایک تقریر میں اس بات پر زور دیا کہ اگر ہندوستان کی سب زبانوں کا رسم خط ایک ہو جائے تو ان زبانوں کو ایک دوسرے سے قریب آنے میں بڑی مدد ملے اور اس طرح قومی یک جہتی کو فروغ ہو۔ پنڈت جی نے یہ بھی کہا کہ اس معاملے میں کسی زبردستی سے کام نہیں لینا چاہیے ہاں اس کی کوشش ضرور کرنی چاہیے۔

پنڈت جی کی ہر خواہش کا ہم احترام کرتے ہیں اور بظاہر یہ بات بھی بہت اچھی معلوم ہوتی ہے، مگر غور سے دیکھا جائے تو اس میں نہ صرف دشواریاں ہیں بلکہ نقصانات بھی ہیں۔ مثال کے طور پر اُردو کو لے لیجئے۔ اس کے لئے تین رسم خط اب تک استعمال ہوئے ہیں۔ ایک تو یہی رسم خط ہے جو فارسی سے لیا گیا ہے اور جس میں ہندی حروف کے اضافے کئے گئے ہیں اور اب یہ اُردو رسم خط کہلاتا ہے۔ دوسرا رومن رسم خط ہے جس میں پادریوں نے سب سے پہلے انجیل کے ترجمے کئے، جس میں انگریزوں اور ہندوستانیوں نے بہت سی اُردو کتابیں چھاپیں اور جو اب تک فوج میں خاصا رائج ہے۔ تیسرا دیوناگری رسم خط ہے جس میں اُردو کے بہت سے شاہکار منتقل کئے جا چکے ہیں پھر بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ رومن رسم خط میں زیادہ سے زیادہ اُردو ادب کا پانچ فی صدی حصہ اور دیوناگری رسم خط میں دس پندرہ فی صدی حصہ ہوگا۔ اُردو ادب کا سارا سرمایہ اسی اُردو رسم خط میں ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر دیوناگری یا رومن رسم خط اختیار کر لیا جائے تو اس سارے ادبی سرمائے کا کیا ہوگا، کیا یہ سارے کا سارا دوسرے خطوں میں منتقل کر لیا جائے گا اور اگر ایسا ہوگا تو کیا اس سرمائے پر عبور حاصل کرنے کے لئے اُردو رسم خط سے واقفیت ضروری نہ ہوگی۔ دوسرے یہ جو ڈیڑھ دو کروڑ کی اُردو والی آبادی اُردو رسم خط استعمال کرتی ہے یہ کیا اسے چھوڑ کر دوسرا رسم خط استعمال کر سکے گی، اور ایسا کرنے میں کیا اُسے کوئی دشواری نہ محسوس ہوگی۔ تیسرے کیا رومن رسم خط یا دیوناگری رسم خط ہر طرح مکمل ہے اور اُردو کی ساری آوازوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کر سکتا ہے۔ کیا اس کے لکھنے میں وقت اور جگہ کی کفایت ہے۔ کیا رسم خط ایک ایسے لباس کی طرح ہے جیسے جب چاہا اُتار دیا اور دوسرا پہن لیا، یا اس سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ اگر ان سوالات کا جواب ایمانداری سے دیا جائے تو یہ کہنا پڑے گا کہ رسم خط کے مسئلے پر علمی حیثیت سے ہر وقت غور کیا جا سکتا ہے اور ہر رسم خط میں اصلاح کی گنجائش ہے۔ مگر رسم خط کا مسئلہ چونکہ انتظامی مسئلہ نہیں ہے بلکہ ایک علمی، تہذیبی، ادبی نفسیاتی اور جمالیاتی مسئلہ ہے، اس لئے اس کے معاملے میں کسی تبدیلی کا سوال اس طرح پیدا نہیں ہوتا۔ اُردو کے لئے جو رسم خط عام طور پر استعمال ہو رہا ہے وہ چند خامیوں کے باوجود بہت سی خوبیاں رکھتا ہے اور اس کے حق میں سب سے

اس اشاعت میں

بڑی بات یہ ہے کہ یہ صدیوں سے استعمال ہو رہا ہے، اور ہمارے مزاج کا جز بن گیا ہے۔ اس میں جو وقت کی کفایت اور جگہ کی بچت ہے، اس میں جو خوبصورتی ہے اور اس کا جو تعلق ایشیا کے دوسرے ملکوں سے ہے اس کی وجہ سے اسے تو بدلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں اس میں کوئی حرج نہیں کہ اردو ادب کے شاہکار برابر رومن اور دیوناگری رسم خط میں بھی شایع کئے جائیں تاکہ وہ لوگ بھی اردو ادب سے لطف اندوز ہو سکیں جو اردو رسم خط سے واقف نہیں ہیں۔

حلقۂ فکر و فن دربھنگہ کی اہم نشست

دربھنگہ۔ ۲۹ر دسمبر ۶۳ء کو حلقۂ فکر و فن کی اہم نشست زیر اہتمام رسالہ "شباب" منعقد ہوئی۔ حضرت نور اصلاحی، اور حضرت شاداں فاروقی مخصوص مدعوئین تھے۔ شاعروں، ادیبوں اور اہل ذوق حضرات کثیر تعداد میں موجود تھے۔

کولہان اردو لائبریری جگناتھ پور

۲۹ر دسمبر ۱۹۶۳ء بروز اتوار بوقت سات بجے شام کو کولہان اردو لائبریری جگناتھ پور کا سالانہ انتخاب بہ صدارت جناب عبدالعزیز انصاری منعقد ہوا، اور ممبران کی اکثریت سے مندرجہ ذیل انتخاب عمل میں آیا:۔

(۱) سرپرست۔ جناب عبدالعزیز انصاری صاحب۔ (۲) صدر جناب محمد احسان اللہ صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ایل۔ (۳) جنرل سکریٹری، جناب علاءالدین احمد صاحب۔ (۴) جوائنٹ سکریٹری جناب محمد قاسم صاحب۔ (۵) خازن، جناب محمد بدرالدین صاحب۔ (۶) لائبریرین۔ جناب ہارون رشید صاحب۔

ان کے علاوہ چھ خصوصی ممبران ہیں:۔

(۱) جناب محمد الیاس صاحب (۲) جناب محمد شمس الحق صاحب، (۳) جناب محمد حفیظ اللہ صاحب بی۔ اے (۴) جناب محمد ثناءاللہ صاحب، (۵) جناب لطیف الرحمن صاحب (۶) جناب محمد قمرالحق صاحب۔

رانچی میں یوم آزاد

انجمن ترقی اردو رانچی نے ایک جلسے میں ۲۲ر فروری ۶۴ء کو یوم آزاد منانے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس موقع پر ادبی انعامی مقابلوں کا انتظام کیا جائے گا۔ بولنے اور لکھنے والوں کو عنقریب دعوت نامے بھیجے جا رہے ہیں۔ مقالات اور مضامین کے عنوانات کا اعلان اخباروں اور رسالوں کے ذریعے جلد کیا جائے گا۔ ملک کے مشہور رہنماؤں کو بھی شرکت کی دعوت دی جائے گی۔ مکمل پروگرام کا اعلان بروقت کیا جائے گا۔

انجمن ترقی اردو لکھنؤ کی سرگرمیاں

(قومی آواز کے اسٹاف رپورٹر کے حوالے سے) لکھنؤ۔ ۲۳ دسمبر ۶۳ء گزشتہ شب انجمن ترقی اردو کی جانب سے اردو کے فروغ اور اردو تعلیمی جائزے کے سلسلے میں مچھلی محال میں مولانا عرشی کی صدارت میں ایک جلسہ ہوا جس میں لسانی فارمولے کے تحت بچوں کو ان کی مادری زبان میں تربیت دئے جانے کے مسئلے پر غور و خوض ہوا۔

جلسے میں شری اینن سلونی نے اردو تعلیم کے سلسلے میں کئے جانے والے کاموں پر تفصیلی روشنی ڈالی اور ان کوتاہیوں کا بھی ذکر کیا جو اس کام کے سلسلے میں ہوئی ہیں۔ طے پایا کہ بچوں کے سرپرستوں سے استدعا کی جائے کہ وہ خود اسکولوں میں اپنے بچوں کو ان کی مادری زبان میں تعلیم دئیے جانے پر اصرار کریں اور اسکول کے ذمہ داروں پر زور دیں کہ وہ بچوں کو ان کی مادری زبان میں تعلیم دینے کا بندوبست کریں۔

جلسے میں پولیس کے ٹریفک ہفتے کے دوران اردو پوسٹروں کے نہ تقسیم کئے جانے پر سخت نکتہ چینی کی گئی اور کہا گیا کہ اس طرح پر اردو داں طبقہ ٹریفک کے قواعد سے لاعلم رہے گا۔

ڈاکٹر شجاعت علی سندیلوی نے اپنی تقریر میں اردو جائزہ مہم کے سلسلے میں اپنے تجربات بیان کرتے ہوئے کہا یہاں ۹۰ فی صدی طلبہ اپنی مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنے سے محروم کئے جا رہے ہیں۔ انھوں نے کہا حکومت کو چاہئے کہ وہ اسکولوں میں اساتذہ کی تقرری کے وقت اردو داں اساتذہ کا بھی تقرر کرے۔

جلسے میں فیصلہ کیا گیا کہ انجمن ترقی اردو کی امداد سے ایک لڑکیوں اور لڑکوں کا اسکول کھول دیا جائے اور اہل محلہ مصارف کا بار برداشت کریں۔ اس سلسلے میں ایک کمیٹی بنا دی گئی ہے جس میں شری عبدالرشید (صدر) شری کلو ٹھیکیدار (نائب صدر) شری عبدالقیوم (سکریٹری) اور شری شمس الحسن (جوائنٹ سکریٹری) کے علاوہ ممبران بھی منتخب کئے گئے۔

انجمن ترقی اردو امروہہ

انجمن ترقی اردو شاخ امروہہ کے عہدیداروں کا عرصہ ۲ سال کے بعد انتخاب ہوا جس میں حسب ذیل حضرات منتخب ہوئے۔

صدر۔ سید اعجاز حسین صاحب جارچوی ایم۔ اے، وائس پرنسپل امام المدارس انٹر کالج امروہہ، نائب صدر۔ ڈاکٹر اوم پرکاش صاحب چترویدی، سکریٹری۔ جے پال عادل، جوائنٹ سکریٹری۔ محمد مسیح الزماں صاحب، خازن۔ سید حلیم رضا صاحب، آڈیٹر۔ پرم ویر سنگھ صاحب بی۔ اے۔

بشیر علی صدیقی

اُردو کے دُو رسالے

لاہور اُردو کے رسالوں کا گہوارہ رہا ہے۔ اب سے تیس سال پیشتر اور رسالوں کے علاوہ یہاں سے "نیرنگِ خیال" اور "ادبی دُنیا" بھی نکلتے تھے۔ "ادبی دُنیا" اب بھی نکلتا ہے۔ لیکن "نیرنگ خیال" عرصہ ہوا بند ہو گیا۔ میں اپنی لائبریری میں پُرانے رسائل کے فائل دیکھ رہا تھا۔ میری نگاہ یکایک دُو خاص نمبروں پر پڑی۔ ایک "نیرنگ خیال" کا سنہ ۱۹۲۹ء کا سال نامہ ہے اور دوسرا "ادبی دُنیا" کا نوروز نمبر سنہ ۱۹۳۳ء۔ دونوں نمبروں میں بعض اہم مضامین نظم و نثر شایع ہوئے ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کو اُن سے مکرر روشناس کرا دیا جائے اور اس طرح پُرانی یادیں تازہ ہو جائیں۔

"نیرنگ خیال" عید نمبر اور سالنامے نکالنے میں آگے آگے تھا۔ یہ مقولہ اکثر اس کے سرورق پر شایع کیا جاتا تھا۔ "اجتہاد ہمارا حصہ ہے اور تقلید دوسروں کا" ان نمبروں کے علاوہ نیرنگ خیال نے "ادبائے قدیم کے نگارشات نمبر" "رامائن نمبر" "اقبال نمبر" وغیرہ بھی شایع کئے تھے جو اس زمانے میں کافی مقبول ہوئے۔ سنہ ۱۹۲۹ء کے سال نامے کے اہم مضامین یہ ہیں۔ ان میں سے کچھ مضامین متعلقہ ادیبوں اور شاعروں کے مجموعوں میں آج کل مل جاتے ہیں۔

حصۂ نثر:۔

(۱) ابو الفضل بیہقی ۔ از جناب سید حسن برنی
(۲) حالی ایک غزل گو کی حیثیت میں ۔ جناب جلیل قدوائی
(۳) سخن ہائے گفتنی ۔ حضرت چغتائی کا نظریۂ جمالیات
(۴) انگلستان کا جدید ترین مختصر ۔ پطرس
(۵) دفتر بابل ۔ جناب محمد دین تاثیر
(۶) یاد ایام عشرت فانی ۔ جناب مرزا فرحت اللہ بیگ
(۷) مشاعرہ ۔ حضرت شوکت تھانوی
(۸) خط ۔ محرر مس ۔ جناب اسمٰعیل
(۹) آسیب الفت ۔ جناب سید سجاد حیدر یلدرم
(۱۰) باغبان ۔ جناب عبد المجید سالک
(۱۱) چارپائی ۔ جناب رشید احمد صدیقی
(۱۲) انجام بخیر ۔ پطرس
(۱۳) اندھی لڑکی ۔ جناب حامد اللہ افسر
(۱۴) چچا چھکن نے دھوبن کو کپڑے دیئے جناب سید امتیاز علی تاج
(۱۵) انارکلی؟ ۔ جناب علم الدین سالک

حصۂ نظم:۔

(۱) حسن کے آنسو ۔ جناب حامد اللہ افسر
(۲) قطعہ تاریخ ۔ جناب حامد حسن قادری
(۳) کلام جگر ۔ حضرت جگر مراد آبادی
(۴) غزل ۔ جناب صوفی غلام مصطفےٰ تبسم
(۵) کلام جوش ۔ حضرت جوش ملیح آبادی
(۶) لمعات ۔ حضرت امجد حیدر آبادی
(۷) فطرت کے منادی ۔ حضرت شوکت تھانوی
(۸) مخمس بہاریہ ۔ خواجہ عزیز لکھنوی کا ایک نایاب کلام۔

"ادبی دُنیا" کا ابتدائی دَور اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ سے کافی مشہور ہے۔ علامہ تاجور نجیب آبادی اس کے مدیر مسئول تھے اور جسٹس عبد القادر اس کے سرپرست۔ اس وقت "ادبی دنیا" کا سائز ہفتہ وار اخبارات کی طرح بڑی قسم کا تھا۔ سنہ ۱۹۳۳ء میں اس کا "نوروز نمبر" بڑی آب و تاب سے شایع ہوا تھا۔ ادبی حلقوں میں یہ کافی مقبول ہوا۔ تمام صفِ اوّل کے لکھنے والوں نے اس میں حصہ لیا تھا۔ اہم مضامین نثر و نظم مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) دوست سے خطاب (نظم) علامہ تاجور نجیب آبادی
(۲) زمانۂ قدیم میں دفتر داری کا مفہوم ۔ آنریبل سر شاہ سلیمان
(۳) غزل ۔ مولانا رضا علی وحشت
(۴) بود و نمود ۔ ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم
(۵) الف لیلہ ۔ جناب مرزا محمد سعید دہلوی
(۶) غزل ۔ مولانا محمد احسن مارہروی
(۷) صحبت شب کی ایک جھلک ۔ علامہ راشد الخیری
(۸) خیالات ۔ جناب میاں بشیر احمد ۔ ایڈیٹر "ہمایوں"
(۹) پُرانا دلی کالج ۔ مولانا سید مقبول احمد صمدانی
(۱۰) آخری نغمہ ۔ حضرت وقار انبالوی
(۱۱) شہزادی کا قید خانہ ۔ حضرت خواجہ حسن نظامی
(۱۲) خیام کا سال وفات ۔ علامہ سید سلیمان ندوی
(۱۳) تاریخ الفخری ۔ ڈاکٹر زبید احمد
(۱۴) روشنی ۔ جناب منشی پریم چند
(۱۵) افسوس ۔ ڈاکٹر عبد الستار صدیقی
(۱۶) غزل ۔ حضرت حسرت موہانی
(۱۷) مشق ناز ۔ محمد عمر ۔ نور الٰہی صاحبان
(۱۸) تعلیم اور ہمارے مدرسے ۔ ڈاکٹر ذاکر حسین خاں
(۱۹) مدارج حیات (نظم) حضرت فاخر ہریانوی
(۲۰) غدر سے پہلے لکھنؤ کے شاہی کتب خانے اور مطبعے ۔ پروفیسر مسعود حسن رضوی
(۲۱) آخری نگاہ ۔ جناب ل ۔ احمد ۔ اکبر آبادی
(۲۲) ملکہ سبا کی شکست ۔ مولانا نعیم الرحمٰن
(۲۳) سبد گل (نظم) ۔ حضرت صفی لکھنوی

(۲۴) اُردو کا اوّلین رسالہ۔ پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی
(۲۵) احترام حُسن (نظم) پروفیسر اکبر حیدری
(۲۶) حجرِ اسود کی تاریخ۔ مولانا محمد اسلم جیراج پوری
(۲۷) غـــزل ــ حضرت باسط بسوانی
(۲۸) شعر و داستان و غزل۔ علامہ سید علی حیدر طباطبائیؒ
(۲۹) غـــزل ـــ حضرت سراج لکھنوی
(۳۰) ہندوستانی۔ ڈاکٹر تارا چند
(۳۱) قائدِ قوم سے خطاب (نظم) حضرت آشفتہ لکھنوی
(۳۲) اخناتون علیہ السلام مولانا خلیل الرحمٰن مولف "تاریخ اندلس"۔
(۳۳) غـــزل ــ مرزا فرحت اللہ بیگ
(۳۴) اُردو رسائل ــ مولانا احسن مارہروی
(۳۵) ہمدردی ــ مولانا ممتاز حسین ایڈیٹر "اودھ پنچ" لکھنؤ
(۳۶) غـــزل۔ سید سجاد حیدر یلدرم
(۳۷) یادِ رفتگاں۔ جسٹس سر شیخ عبدالقادر
(۳۸) فصلِ بہار ــ حضرت اختر انصاری
(۳۹) تبصرہ کلامِ میر۔ مولانا حکیم ابو العلا ناطق لکھنوی
(۴۰) ہندی، اُردو یا ہندوستانی۔ ڈاکٹر گوکل چند نارنگ
(۴۱) کیا ہوں میں؟ (نظم) ــ حضرت اصغر گونڈوی
(۴۲) ہندو مسلم اتحاد کی ضرورت۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد۔
(۴۳) غـــزل ــ حضرت آرزو لکھنوی
(۴۴) خیالات ـــ مولانا سید مقبول حسین احمد پوری
(۴۵) درسِ عمل ـــ سید علی اختر صاحب حیدر آبادی
(۴۶) جیسے کو تیسا ـــ سید ناصر نذیر فراق دہلوی
(۴۷) غزل ـــــ سید محمد ضامن علی۔ الہ آباد یونیورسٹی
(۴۸) آفتاب (نظم) لال تلوک چند محروم
(۴۹) اُو بھولنے والے (نظم) مولانا عشرت رحمانی
(۵۰) مسلم یونیورسٹی ـــ مسلم یونیورسٹی کے ایک مشہور پروفیسر کے قلم سے۔
(۵۱) عثمانیہ یونیورسٹی ـــ مولانا سید حسن بی۔ اے۔
(۵۲) دار العلوم دیوبند ــ مولانا محمد طیب صاحب
(۵۳) دار العلوم ندوۃ العلما لکھنو۔ حکیم ڈاکٹر عبد العلی۔
(۵۴) رستم و سہراب کے دو نظارے۔ حضرت آغا حشر کاشمیری
(۵۵) زندگی (نظم) جناب سید عبد الحمید عدم
(۵۶) جامعہ ملیہ ــ مولانا نور الرحمٰن
(۵۷) ہندو یونیورسٹی۔ جناب مہیش پرشاد
(۵۸) دسوا بھارتی ـــ جناب سید حسن برنی
(۵۹) غزل ــ مولانا عبد الباری آسی الدنی (لکھنو)
(۶۰) عرب کی شاعری سے تعارف۔ پروفیسر سید محمد حسین۔ لکھنؤ یونیورسٹی۔

ضرورت ہے کہ اس قسم کے خاص نمبر کتب خانوں میں محفوظ جگہ پر رکھے جائیں تاکہ مستقبل کے محقق مستفید ہو سکیں۔

کل ہند کتابی نمائش اور تحریری مقابلہ

آزاد ہند اُردو لائبریری چناری ضلع شاہ آباد کے زیرِ اہتمام کتابی نمائش اور تحریری مقابلہ کی تیاری کا کام بڑے اعلیٰ پیمانے پر ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں ہندوستان کے ادبی اداروں کتبخانوں اور لائبریریوں کے مالکوں سے گزارش ہے کہ اس نمائش میں حصہ لیں۔ ادیبوں سے اپیل ہے کہ تحریری مقابلہ میں اپنا مضمون بھیجیں۔ مقابلے میں ہر مضمون کے ساتھ آٹھ آنے کا ڈاک ٹکٹ آنا ضروری ہے۔ انعام پانے والوں کو بذریعہ رجسٹری انعام بھیجا جائے گا تمام مضامین ۱۰ر فروری ۱۹۶۳ء تک صدر آزاد ہند اُردو لائبریری چناری ضلع شاہ آباد کے نام آنا ضروری ہیں۔ نمائش کی تاریخ کا اعلان عنقریب ہو گا۔ نمائش کے سلسلے میں خط و کتابت سکریٹری آزاد ہند اُردو لائبریری چناری ضلع شاہ آباد سے کی جائے۔

عنوان: (۱) اسبابِ زوالِ مسلم اور اس کا حل
(۲) کیا حضور کو غیب کی خبر تھی؟
(۳) زندگی بیمہ اسلامی نقطۂ نگاہ میں
(۴) فیملی پلاننگ
(۵) چینی حملے سے ہندوستان پر کیا اثر ہوا
(۶) مسلمان اور فیشن
(۷) اکبر الہ آبادی کی شاعری
(۸) ۱۸۵۷ء کے ادیب
(۹) جنگِ آزادی اور مسلمان

(سکریٹری آزاد ہند اُردو لائبریری)

انجمن ترقی اُردو کالپی کی سرگرمیاں

(بحوالہ قومی آواز) انجمن کے اراکین نے کدورہ، گلومی، ممتاز آباد، دولت پور وغیرہ مقامات پر جلسے کئے جس میں فضل الرحمٰن صاحب انجمن کے سکریٹری نے اُردو زبان کی خوبیوں کا ذکر کرکے اس کے ساتھ ناانصافی برتنے پر افسوس کا اظہار کیا۔ اسی ملک کی ایک زندہ زبان ہونے کی حیثیت سے اس کی حفاظت کے لئے جد و جہد کرنے کی اپیل کی۔ اُنھوں نے بچّوں کو اُردو تعلیم دلانے اور اُن کے لئے نئے اسکول کھولنے کا بھی مشورہ دیا۔

کالپی میں مسٹر عبد الرشید، کیشو جی مہان، شری رام بھوشن جی مہروترا نے اُردو کو عوامی زبان بتاتے ہوئے یک جہتی کے لئے لازمی ذریعہ قرار دیا، اور اُردو تعلیم کی کوششوں میں ہر قسم کے تعاون کا وعدہ کیا۔ انجمن کے جلسے میں عبد الرشید صاحب کو انجمن ترقی اُردو اُتر پردیش کی کونسل کا نمائندہ منتخب کیا گیا۔

ایم کوثر شادی زاہی

شعاعوں سے پہلے

یہ میّت ہے کس کی
برہنہ سی میّت
اکیلی پڑی ہے جو، مرگھٹ سے ہٹ کے
ہے ماحول سنسان و یخ بستہ لیکن
جدھر دیکھئے قمقمے جل رہے ہیں
یہ زلفیں
یہ آنکھیں
یہ لب
اور یہ عارض
بجز خاک اب اور کیا رہ گیا ہے؟
پھڑکتے ہوئے عضو پیکر ہیں ساکت۔
گھٹا سو گئی
میکدہ سو گیا
جام ہیں خالی خالی
کوئی لاابالی
یہی سوچ کر آج آیا نہیں ہے!
یہی سوچ کر رک گئے پاؤں میرے
سحر کی سنہری شعاعوں سے پہلے
اٹھائے چلوں اس کو کاندھے پہ اپنے
کہ اس حادثے کی خبر بن نہ جائے۔
مگر ہاتھ تو میرے شل ہو چکے ہیں
گناہوں کی میّت اٹھاتے اٹھاتے
میں کیسے اٹھاؤں؟
یہ میّت
برہنہ سی میّت خدایا!
یہ خوابوں کی میرے!

شاہین غازی پوری

جب اور اب

اس زمانے میں کہ نوخیز تھا کم سن تھا میں
دن کا آغاز طربناک ہوا کرتا تھا
شام رو دھو کے بسر ہوتی تھی
اب کہ میں شاہرہِ زیست پہ چلتے چلتے
منزلوں دور نکل آیا ہوں
میری ہر صبح ہے مشکوک و گماں آلودہ
شام لیکن ہے مقدس بھی
سکوت آگیں بھی
(فرخ رخ اللہ دلن سے ماخوذ)

قدیم و جدید کے باہمی امتزاج کی ضرورت

(بحوالہ قومی آواز) مستشرقین کی ۳۴ ویں بین اقوامی کانگریس سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعظم نرسمہا راؤ نے کہا کہ قدیم تہذیبوں میں گہرائی تھی اور یہ وہ چیز ہے جس میں اب تک ایک معنویت ہے۔ قدیم انداز نظر یہ تھا کہ فکر کا مرکز اپنی ذات کو بنایا جائے اور خارجی دنیا کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے سوا اپنی ذات کا اندرونی عرفان حاصل کیا جائے ہمیں اپنی ذات کے بارے میں ایسا عرفان حاصل کرنا اس لئے ضروری ہے کہ اسی طرح غیر معمولی تبدیلیوں اور ٹکنالوجی کی ترقی کے دور میں ہم توازن برقرار رکھ سکتے ہیں۔ لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ ماضی کی گہرائی اور نئے زمانے کے کھوکھلے پن کو کس طرح وابستہ کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہندوستان ان چند ملکوں میں ہے جن کی فکر کا دارومدار ماضی کے افکار پر ہے۔ ہندوستان کے پاس روایات کا ایک تسلسل ہے۔ ان افکار روایات کے ساتھ رسم و رواج جیسی بہت سی چیزیں وابستہ ہیں۔ مستشرقین کی اس چونتیسویں بین اقوامی کانگریس میں ۵۵ ممالک کے بارہ سو سے زیادہ مستشرق حصہ لے رہے ہیں۔

شعری حصے کی کمی کی شکایت

'ہماری زبان' کا ضمیمہ (سہ لسانی کنونشن لکھنؤ میں جناب آنند نرائن ملا کا خطبۂ صدارت) پڑھ کر انتہائی مسرت ہوئی۔ موصوف نے بڑی بے جگری سے لیکن انتہائی خلوص سے حق بات بہ بانگ دہل کہی ہے۔ علاوہ ازیں کنونشن میں دیگر مقررین نے جو باتیں کہی ہیں سب کی سب دل کو لگتی ہیں۔

آپ نے ملا صاحب کے خطبۂ صدارت شائع فرما کر یقیناً اس آواز کو بلند کیا ہے جو بلاشبہ ہم اردو والوں کی آواز ہے۔ یہ جان کر مزید خوشی ہوئی کہ خطبۂ مذکرہ کا ترجمہ دیگر زبانوں میں بھی شائع کیا جائے گا۔ اس طرح اردو کی آواز اور بلند ہو جائے گی۔

تقریباً ایک ماہ سے مسلسل یہ دیکھ کر افسوس ہو رہا ہے کہ 'ہماری زبان' کا شعری حصہ جو ہمیشہ ایک مکمل صفحہ کا حامل ہوا کرتا تھا اور جو اس حیثیت سے موجودہ شعری تقاضوں کی رہنمائی میں منفرد تھا اب صرف نصف صفحہ پہ بلکہ اس سے بھی کچھ کم رہ گیا ہے جس کی وجہ سے ایک نمایاں کمی کا احساس شدید ہوتا ہے جس کی اہمیت اور افادیت مسلم ہے۔

امید ہے آپ اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں گے، اور اس ناخوشگوار کمی کو پورا کر کے موجودہ شعری تقاضوں کی صحیح رہنمائی کا پچھلا ریکارڈ نہ صرف قائم رکھیں گے بلکہ اس کو اور آگے بڑھائیں گے۔ (رحمٰن جامی)

ضروری اعلان: براہ مہربانی خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔ — منیجر

اقبال کرشن

ایک پن کی حماقت

کچھ لوگ ایک رسم خط کی باتیں کرتے ہیں۔ اگر ایک رسم خط سے ملک میں اتحاد پیدا ہو سکتا ہے تو پھر صرف رسم خط ہی کیوں: زبان بھی ایک کر دیجئے، مذہب بھی ایک ہی رکھیئے، پوشاک بھی ایک ہی رکھیئے، سیاسی پارٹی بھی ایک ہی رکھیئے، تمام ریاستوں کو ملا کر ایک کر لیجیئے، مختلف قیمتوں کے سکّوں کو ختم کر کے صرف ایک ہی قیمت کا سکّہ بازار میں چلائیے، بازار میں تمام اجناس کی قیمت بھی ایک ہی مقرر کیجیئے؛ ______

بات مذاق کی حد تک پہنچ گئی۔

اور دراصل دیکھیئے تو یہ ایک رسم خط کی تجویز ہے ہی تمام تر احمقانہ! احمقانہ کیوں: میں تو اور آگے بڑھ کر اس "ایک پن" کو "یک حکمرانی" یعنی آمریت کہوں گا۔

ملک میں اتحاد ایک رسم خط سے نہیں پیدا ہو گا۔ مشرقی جرمنی اور مغربی جرمنی کی تو زبان بھی ایک ہے، تہذیب بھی ایک ہے، رسم خط تو ایک ہے ہی، نسل بھی ایک ہے، قومیت بھی ایک ہے ___ پھر دیوارِ برلن کیوں کھڑی ہے؟

عرب دُنیا تو ایک ہی ہے، پھر کتّے کی طرح عرب ممالک کیوں لڑتے ہیں؟ اُردو زبان کا ہندوستانی اور پاکستانی رسم خط تو ایک ہی ہے، پھر ہم ہندوستانی اہلِ اُردو کیوں کشمیر کے معاملے میں پاکستان کی مخالفت کرتے ہیں؟

پچھلی دو بڑی جنگوں میں کیا ایک ہی رسم خط رکھنے والی قومیں نہیں ٹکرائی تھیں؟ آسامی اور بنگلہ کا تو ایک ہی رسم خط ہے، پھر خون خرابہ کیوں ہوا تھا؟

دیکھیئے، آپ ملک میں اتحاد لانا چاہتے ہیں تو ہندوستانیوں کے قلوب کی زمین پر اتحاد کی کاشت کیجیئے۔ خدارا، اتحاد کے نام پر اختلاف کے بیج نہ بوئیں۔ زبان کو مٹانے سے، رسم خط کو بدلنے سے، چھوٹی چھوٹی منفرد تہذیبوں کو کچلنے سے، عوام کے جذبات کو روندنے سے ___ تو اور نفاق بڑھے گا! آپ ملک میں سرے سے اتحاد کے منکر کیوں ہیں؟ اتحاد تو ملک میں ہے: یہ تو آپ کی سیاست ہے جو نفاق پرور ہے!

برطانوی شہنشاہیت کے خلاف تمام ہندوستانی صف آرا ہو گئے تھے ___ ان کا مذہب جُدا، ان کی زبان جُدا، رسم خط الگ، رنگ الگ، تہذیب الگ!

مجلس مصنفین مدراس

مجلس مصنفین مدراس کی ادبی نشست

ملک شہباز کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ یہ نشست بہت ہی سود مند اور موثر ثابت ہوئی۔ اس میں نہ صرف مجلس کے اراکین نے حصّہ لیا بلکہ نیاز قیصر، یوسف اثر اور شبیر احمد باقاعدہ مجلس کے رکن بن گئے۔ مذکورہ نشست میں مختلف اصناف سخن سے محظوظ ہونے کا موقع ملا۔ شرکت کرنے والوں میں فرحت کیفی، نیاز قیصر، دانش فرازی، کاوش بدری، راز امتیاز، ادیب بھارتی، قیوم شرر، نورس خیامی، نعیم آذر، ملک شہباز، شبیر احمد اور یوسف اثر قابلِ ذکر ہیں۔ اس نشست میں مجلس کے اشاعت فنڈ کے لئے ایک کثیر رقم جمع ہوئی۔ جنرل سکریٹری کے شکریہ پر نشست کا اختتام ہوا۔

اُردو مجلس گیا کالج کی سرگرمیاں

اُردو مجلس گیا کالج کے زیرِ اہتمام پروفیسر پریانند صاحب کی صدارت میں ایک شاندار مشاعرہ منعقد ہوا۔ اس مشاعرے میں اردو کے علاوہ پنجابی زبان کے تین مشہور شاعر بھی شریک تھے۔

پنجابی ادب کے مشہور شاعر گیانی بلدیو سنگھ نے اُردو اور پنجابی زبان کے تعلق پر روشنی ڈالی۔ پھر ہندوستان کے دفاع کے موضوع پر ایک نظم سُنائی۔ اس پنجابی نظم میں ۶۰ فی صدی اُردو الفاظ کی روانی سے سامعین بہت لطف اندوز ہوئے۔ سورن سنگھ چڈھا صاحب کی نظمیں بھی بہت کامیاب رہیں۔ آخر میں صدرِ مجلس شکیل احمد صاحب نے صدرِ مشاعرہ اور معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

جلسۂ تعزیت

انجمن ترقی اُردو شیر گھاٹی ضلع گیا نے مولانا غلام رسول توس کے انتقال پُرملال پر ایک تعزیتی جلسے میں مرحوم کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔ اور تعزیتی قرارداد میں مولانا کی وفات کو ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیتے ہوئے پسماندگان سے ہمدردی کا اظہار کیا نیز آپ کے مجموعۂ کلام کو حاصل کر کے انجمن کی طرف سے شایع کرنے کی تجویز منظور کی۔

تنقیدی اجتماع

انجمن تعمیرِ اُردو امروہہ کے زیرِ اہتمام جناب رضا حسین پرنسپل گورنمنٹ کالج کی صدارت میں ایک علمی و ادبی اجتماع ہوا۔ جس میں مقامی فن کاروں کے علاوہ بیرونی فن کاروں نے بھی شرکت فرمائی۔ مقالات پر صحت مندانہ تنقید و تبصرہ کیا گیا اور منظومات پر معقول داد دی گئی۔

سید یحییٰ امام

"یحییٰ لائبریری کی کچھ نایاب مطبوعہ کتابیں"

اس کتب خانہ میں قلمی و مطبوعہ کتابوں کا ایک نادر ذخیرہ ہے۔ کل کتابیں سات ہزار ہیں، ۲۲۲۱ فارسی، ۲۶ عربی اور ۵۰۳۸ اُردو کی کتابیں ہیں۔ اس وقت میرے زیر مطالعہ حسب ذیل نایاب کتابیں ہیں جن کا تذکرہ صاحب فہم کے لئے ضرور دلچسپی کا باعث ہوگا۔

(۱) مسئلہ ثبوت تقسیم زاویہ حادہ

یہ کتاب بارہ صفحوں میں ہے۔ اس کتاب کے مصنف وجیہ الزماں تھے۔ یہ کتاب سنہ ۱۸۴۹ء میں مطبع حسنی آگرہ میں چھپی۔ دوسرے صفحے کی کچھ عبارت حسب ذیل ہے:-

"نتیجہ سعی ناخن فکر ناقص اپنی کو ارباب ذکی الطبایع اور اصحاب سلیم الآرا پر ظاہر کرتا ہے اور موسوم کرتا ہے اس رسالہ کو بہ نظر دقیق اور مشتمل ہے یہ رسالہ اوپر تمہید اور مقدمہ اور تتمہ مقصود کی از انجاکہ یہ بات مدت دراز سے شہرت پذیر ہوئی ہے کہ عالمان ہندسہ اس بات پر متفق الآرا ہیں کہ ثبوت تقسیم زاویہ حادہ کا تین قسمت مساوی پر از روئے براہین ہندسہ کے من قبیل محالات ہے۔ بعضے مہندسین اہل فرنگ سے سُنا گیا کہ ثبوت اُس کا بر مذہب اقلیدس قطعاً محال ہے۔"

(۲) منشیات اُردو معروف بہ خرد افروز

اس کتاب میں ۴۴ صفحات ہیں۔ یہ کتاب سنہ ۱۲۸۵ھ میں مطبع مصطفےٰ کانپور میں طبع ہوئی۔ پہلے صفحے کی عبارت یہ ہے:-

"اکثر ارباب فہم و ذکا نے فارسی زبان میں تحریر کے طریقے جنھیں انشا کہتے ہیں لکھے مگر از انجا کہ فی زمانہ ہندوستان میں اُردو زبان جاری ہے۔ فارسی انشا سے کام کم چلتا ہے اس لئے اب یہ انشا بھی بایمائے حکام اُردو زبان میں بلندیوں کے واسطے مرتب کیا اور اس میں بعضے ضروری قاعدے اور خطوط و عرائض وغیرہ جن سے کچہریوں کے کام کی واقفیت اور خط و کتابت سے آگاہی ہو لکھ کر اُس کو دو قسم پر منقسم کیا اور "خرد افروز" اُس کا نام رکھا۔ پہلی قسم میں اُردو کی ماہیت اور اُس کے بعض قواعد اور انشا کے طریقے اور خطوط اور رقعے وغیرہ۔ دوسری قسم میں عرضیاں اور پروانے اور پٹہ قبولیت اور سرخط وغیرہ ہیں۔"

(۳) گلزار ہند

یہ ڈرامہ ۷۰ صفحوں میں ہے۔ یہ سنہ ۱۸۸۳ء میں پہلی بار منشی گنگا پرشاد ورما و برادران پریس امین آباد لکھنؤ میں چھپا۔ پہلی مرتبہ صرف اس کی پانچ سو (۵۰۰) جلد چھپی۔ سرورق کی پشت پر حسب ذیل تحریر ہے:-

"میں سخت حیران ہوں کہ اُردو ایسی وسیع زبان ہے اور بالکل ناٹکوں سے خالی۔ ابھی تک اُردو زبان میں کوئی ایسا ناٹک نہیں ہے کہ سچے اور تاریخی حالات سے پُر ہو۔ گو ناٹک تو سنسکرت اور انگریزی ہی زبان کا حصہ ہے لیکن تاہم بنگلہ۔ مرہٹی۔ ہندی وغیرہ میں بہت سے ناٹک موجود ہیں۔

"چونکہ میں نے آج کل عام کا میلان طبع ناٹکوں کی طرف دیکھا۔ اس واسطے میں نے ان چند اوراق کو بنگالی زبان کے ایک ناٹک سے ترجمہ کیا۔ اگر ملک کچھ قدر دانی کرے گا تو میں بہت جلد اور دو چار ناولوں اور ناٹکوں کا ترجمہ کروں گا۔

"یہ ظاہر ہے کہ اُردو میری مادری زبان نہیں ہے اس واسطے میں ناظرین سے خواستگار ہوں کہ اگر اُردو زبان یا محاورے میں غلطی ہو تو یہ خیال کرکے کہ میں ایک غیر ملک کا باشندہ ہوں معاف کریں۔"

لکھنؤ۔ یکم فروری سنہ ۱۸۸۳ء　　مہابیر پرشاد چیٹرجی

نصیر الدین ہاشمی

سر سیّد احمد خاں کی ایک تالیف سلسلۃ الملوک

۲۳ر ۲۴ر نومبر ۱۹۶۳ء کو اُردو مجلس حیدرآباد کی جانب سے "یوم سرسید" منایا گیا۔ جس کی اطلاع اور روئداد "ہماری زبان" میں بھی شائع ہوئی ہے۔ اس موقع پر سرسید کی تصانیف کی نمائش بھی کی گئی تھی۔ جس قدر کتابیں رسالے اور رسالوں کے مضامین وغیرہ دستیاب ہوئے ان کو سلیقے سے ترتیب دیا گیا تھا۔ ان کتابوں میں مجلس ترقی ادب لاہور کی حالیہ مطبوعات بھی شامل تھیں۔ لیکن سرسید کی ایک قدیم مطبوعہ کتاب یعنی "سلسلۃ الملوک" کا کوئی نسخہ نہیں تھا۔

ارباب نمائش سے گفتگو میں معلوم ہوا کہ وہ اس کتاب سے واقف نہیں ہیں۔ ممکن ہے اسی طرح بعض دوسرے اصحاب علم اور سرسید کے قدرداں بھی اس سے ناواقف ہوں اس لئے اس کتاب کا مختصر تعارف یہاں کرایا جاتا ہے۔ یہ کتاب جامعہ نظامیہ حیدرآباد کے کتب خانے میں موجود ہے، اور اردو تاریخ کے شعبہ میں نمبر ۱۱۶ پر درج ہے۔

یہ کتاب (۱۰ × ۵½) انچ سائز کے ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے، مطبع خادم التعلیم لاہور میں ۱۸۹۰ء میں طبع ہوئی ہے،

کتاب کے ٹائٹل پر اس امر کی بھی صراحت ہے کہ یہ کتاب ۱۸۵۲ء میں جب کہ سرسید شاہجہاں آباد دہلی کے منصف تھے اس وقت تالیف ہوئی ہے۔

اولاً دس صفحے میں نفس کتاب کی عبارت ہے۔ اس کے بعد بطور جدول دہلی کے فرماں رواؤں کی فہرست دی گئی ہے۔ عنوان حسب ذیل ہے۔

"سلسلہ فرماں روایان دارالملک اندرپت و دہلی از ابتدائے راجہ جدھشٹر لغایت ۱۸۵۰ء مطابق ۱۲۶۶ ہجری"

جدول کے آٹھ خانے ہیں یعنی

(۱) نمبر شمار (۲) نام فرماں روا (۳) نام پدر (۴) سال جلوس (۵) دارالسلطنت (۶) امتداد زمانہ (۷) مدت سلطنت (۸) حالات۔

آخری خانہ ابتدائی بڑی حد تک معرا ہے۔ لیکن سلسلہ نمبر (۱۴۲) والے چھوڑا سے خانہ یعنی (۲۰۲) تک ہر فرماں روا کے متعلق مختصر صراحت کردی گئی ہے۔ پہلا نام راجہ جدھشٹر کا ہے اور آخری نام ملکہ وکٹوریہ کا ہے۔ چونکہ ملکہ وکٹوریہ کتاب کی تالیف کے وقت بقید حیات اور فرماں روا تھیں اس لئے خانہ نمبر (۶ و ۷) معرا ہے۔ اب تک میرا خیال ہے یہ کتاب دوسری مرتبہ طبع نہیں ہوئی ہے۔

پولینڈ کی قدیم ترین یونیورسٹی کا جشن جبلی

کراکاو کی جگی لینین یونیورسٹی کی ۶۰۰ ویں سالگرہ منانے کے سلسلے میں کراکاو میں زبردست تیاریاں ہو رہی ہیں۔ یہ یونیورسٹی نہ صرف پولینڈ بلکہ پورے یورپ اور شاید ساری دنیا میں سب سے پرانی یونیورسٹی ہونے کی لاثانی حیثیت کی حامل ہے۔ بادشاہ کیسمیر اعظم کی زیر سرپرستی ۱۳۶۴ء میں اس کا قیام عمل میں آیا تھا۔ کراکاو اس زمانہ میں پولینڈ کا دارالسلطنت تھا۔ ان چھ صدیوں کے عرصے میں جگی لینین یونی ورسٹی نے ترقی کی بہت سی منزلیں طے کرلیں۔ اپنے قیام کے ابتدائی زمانے سے ہی یہ پولینڈ کی تہذیب و ثقافت اور علم و سائنس کا اہم مرکز رہی۔ بادشاہ کے مرتب کردہ تاسیسی قانون کی رو سے اس کا مقصد ملک کی خدمت قرار دیا گیا تھا۔ اس یونیورسٹی کو پولش اور غیر ملکی اہم شخصیتوں اور ممتاز عالموں کی تعلیم و تربیت کا بھی امتیاز حاصل ہے۔ اس کے سب سے مشہور طالب علموں میں مشہور و معروف ستارہ شناس کوپرنکس ہوا ہے۔ وہ ۱۴۹۱ء سے ۱۴۹۵ء تک اس یونی ورسٹی کا طالب علم رہا۔ اس مشہور طالب علم کی یادگار کے طور پر اُس کا مجسمہ اس یونی ورسٹی میں نصب ہے۔ یونیورسٹی کا مقولہ "عقل جسمانی طاقت سے بہتر ہے" مرکزی ہال کے دروازے پر کندہ ہے۔

۱۶۵۵ء میں جب سویڈن کی فوجوں نے حملہ کرکے پولینڈ پر قبضہ کر لیا تو اس یونیورسٹی کے پروفیسروں نے سویڈن کے بادشاہ کی اطاعت سے صاف انکار کردیا تھا جس کے نتیجے میں وہ سخت سے سخت آلام و مصائب کا شکار رہے۔

پھر ۱۷۹۶ء میں جب آسٹریا پولینڈ کے ایک حصے پر قابض ہو گیا جس میں کراکاو اور جگی لینین یونیورسٹی بھی واقع تھی تو اس عظیم تعلیم گاہ کے اندر رہنے والوں نے اُس کے حقوق کی حفاظت کے لئے اپنی جانوں کی بازی لگا دی۔

دوسری جنگ عظیم کے درمیان نازیوں کے تسلط نے اس یونیورسٹی کو بہت نقصان پہنچایا۔ نازیوں نے اس یونیورسٹی کے تمام معلمین کو تعاون نہ کرنے کے جرم میں ملک بدر کردیا۔ نازی دور حکومت میں تعلیمی سرگرمیوں کی کلیتاً ممانعت نے یونیورسٹی کو نکما کرکے رکھ دیا۔

اس یونیورسٹی کی تین نمایاں خصوصیات ہیں۔ (۱) اسکی عالمی حیثیت:۔ تمام ملک کے طلبہ کے لئے اس میں داخلہ عام تھا۔ پولینڈ کی زمیندارانہ تقسیم کے زمانے میں اس یونیورسٹی نے متعدد صوبوں سے آنے والے لوگوں کے فرق و امتیاز کو مٹانے اور اُن کے دلوں میں ایک ہی ملک کے شہری ہونے کا احساس پیدا کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ (۲) ریاستی اختیار آج کو ایک ہی

مرکز پھیلانے میں بڑی خدمات انجام دیں۔

(۲) دوسرے اس کی عوامی حیثیت :- قدیم پولینڈ میں صرف شرفا اور عمائدین ہی ایسے سمجھے جاتے تھے جن کے لیے زندگی میں ترقی کی راہیں کھلی ہوئی تھیں لیکن جگی لینین یونیورسٹی کے دروازے ادنیٰ اور اعلیٰ سب کے لئے کھلے ہوئے تھے۔

(۳) تحریری علم و ادب میں بیش بہا اضافہ :- ادنیٰ اور اعلیٰ طبقے کے لوگوں نے یہاں سے گریجویٹ ہو کر پولینڈ کے تحریری علم و ادب میں بیش بہا اضافے کئے اور پولش ادب میں لافانی مقام حاصل کیا۔

آج کی جگی لینین یونیورسٹی واقعی طور پر زیادہ سے زیادہ مضامین اور نت نئے امور کا روز بروز اضافہ کر رہی ہے ضروری اجتماعی طریقے جن کا آج کل رواج عام ہے سائنسی اداروں نے نظر انداز نہیں کئے مشترکہ تحقیقات کے لئے خاص خاص شعبوں کا اضافہ کیا جا رہا ہے یہ بڑا قیمتی تجربہ ہے جیسے علم حیوانات، علم کیمیا، تاریخ اور تاریخ ادب۔ اس قسم کے تحقیقی ادارے نہ صرف چند تفصیلی سوالات پر بلکہ بنیادی مضامین پر بھرپور تحقیقات کر سکتے ہیں۔

جگی لینین یونی ورسٹی میں آج کل ۴۴ فیکلٹیاں ہیں، جن میں ۷۵۴۴ طلبہ تعلیم پا رہے ہیں۔ قریباً ۹۰۰ گریجویٹ ہر سال اس یونیورسٹی سے نکلتے ہیں۔ لا فیکلٹی یہاں کی سب سے بڑی فیکلٹی ہے۔ قریباً ۱۲۰ ماسٹر آف لا کی ڈگری پانے والے ہر سال یہاں سے فارغ التحصیل ہوتے ہیں۔ لگ بھگ ۸۰ پولش لسانیات کے گریجویٹ اوسطاً ۴۰ پولش آثار قدیمہ کے گریجویٹ اور قریباً ۵۰ علم حیوانات کے گریجویٹ کا اس یونیورسٹی میں اوسط کامیابی ہے۔

اب یہ چھ سو سالہ یونیورسٹی کچھ جدید عمارتوں کا اضافہ کر رہی ہے۔ لسانیات، طبیعات اور ریاضی کے شعبوں کی عمارتوں کی تعمیر کا کام پہلے سے جاری ہے، ۶۰۰ ویں سالگرہ کے موقع پر علم نجوم سے متعلق ایک نئی رصد گاہ کا اور اضافہ ہو جائے گا۔ جگی لینین لائبریری میں بھی مزید عمارتوں کا اضافہ ہوگا۔ قدامت کے اعتبار سے یہ لائبریری جس کا قیام سنہ ۱۳۶۴ء میں عمل میں آیا، یونیورسٹی سے کچھ زیادہ کم عمر نہیں۔ اس میں اس وقت ۲۰۰۰۰۰۰ کتابوں کا بیش بہا خزانہ ہے۔

قدیم عمارتوں کے علاوہ ایک نیا یونی ورسٹی علاقہ بڑھایا جا رہا ہے جس میں معلمین کے لئے جدید قسم کے مکانات اور طلبہ کے لئے آرام دہ ہوسٹل بنائے جائیں گے۔ یہ ریاست کی طرف سے اس یونیورسٹی کے لئے ایک عطیہ ہوگا جو اپنی بیش بہا خدمات کے اعتبار سے اس کی حق دار ہے، اور جو قابل ستائش حالات میں اپنی زندگی کی ساتویں صدی میں داخل ہو رہی ہے۔

جشن جبلی کی تقریب کے ۱۵ مہینوں کے دوران (جس کا افتتاح یکم ستمبر سنہ ۶۳ء کو ہوا) متعدد سمپوزیم، سائنسی جلسے اور مجلسیں منعقد ہوں گی جن میں پولش سائنس کے ممتاز ترین نمائندے اور تمام دنیا کی یونیورسٹیوں کے قابل نمائندے شریک ہوں گے۔

برطانیہ کی بہترین یونیورسٹی

(بحوالہ ٹائمز آف انڈیا) برطانیہ کے ۲۰۰ سے زیادہ یونیورسٹی لیکچروں نے ۱۵ مقررہ مضامین میں سے ۱۰ مضامین کی تعلیم کے لئے کیمبرج کو برطانیہ کی بہترین یونیورسٹی قرار دیا ہے۔ سوالنامے میں درج شدہ چار دوسرے مضامین کی تعلیم کے لئے دوسرے نمبر پر سب سے اچھی یونیورسٹی ۱۳ اسٹیچری فاونڈیشن کو منتخب کیا گیا ہے۔

ایڈوائزری سینٹر آف ایجوکیشن (رہنمائی مرکز تعلیم) کے ڈائریکٹر مسٹر برباں جیکسن نے مملکت برطانیہ میں رہنے والے تمام لیکچراروں کے نام یہ سوال نامہ اس غرض سے گشت کرایا تھا کہ معلوم کیا جائے کہ آکسفورڈ اور کیمبرج یونیورسٹیاں (جن کا مجموعی نام اکسبرج ہے) برطانیہ کے یونیورسٹی نظام پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہیں؟ آکسفورڈ جو کیمبرج سے بھی ۳۵ سال پرانی ہے لیکچراروں کی رائے میں تین مضامین کیمیا، موسیقی اور فلسفہ کی تعلیم کے لئے دوسرے درجے پر سب سے اچھی ہے۔

برطانیہ کی ریڈبرک یونی ورسٹیوں میں (جو دو قدیم یونی ورسٹیوں کو چھوڑ کر برطانیہ کی تمام یونی ورسٹیوں کے لئے حقارت آمیز اصطلاح ہے) لندن کو فرینچ اور سوشیالوجی کے مضامین کی تعلیم کے لئے سب سے اچھا بتایا ہے۔

مسٹر جیکسن نے اپنے سہ ماہی اخبار "Where" کے جنوری ایڈیشن میں اس انتخاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: "لیکچراروں نے یہ سمجھا کہ اکسبرج اور لندن کی امتیازی حیثیت بجا طور پر اُن کے نمایاں دماغی کارناموں کی وجہ سے ہے۔ اور اسی روایتی برتری کے اعتبار سے انھوں نے کیمبرج کو سب سے بڑھ کر امتیازی حیثیت دی۔ سماجی اور دماغی اعتبار سے اکسبرج واقعی اعلیٰ پایہ کی یونی ورسٹیاں ہیں لیکن اس برتری کو ختم کرنے کے لئے تین تجویزوں پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔ (۱) داخلہ رائے شماری سے کرایا جائے۔ (۲) یونی ورسٹیوں کی جغرافیائی حد بندی کی جائے۔ (۳) دوسری یونیورسٹیوں کو مقابلتاً پرکشش بنایا جائے۔

"رائے شماری کے ذریعے داخلے سے کیمبرج اور آکسفورڈ کی صلاحیت کا دائرہ کچھ تنگ تر ہو جائے گا۔"

مسٹر جیکسن نے مزید کہا کہ "میری تیسری تجویز ایک معتدل تمنا سے زیادہ نہیں، ثانوی مدارس کو گرامر اسکولوں کے مقابلہ میں زیادہ پرکشش بنانے کی باتیں کرنا عام ہے مگر عمل کے اعتبار سے یہ مسئلہ بہت زیادہ مشکل ہے کیونکہ آکسفورڈ اور کیمبرج سماجی رعایت کی وجہ سے تعلیم کے مسئلے کو پیچیدہ کر دیتی ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اکثر مضامین میں ایسی تعلیم بھی دیتی ہیں جو یقیناً قابل تعریف ہے۔ وہ ایک مساوی سماج میں برتری کا مسئلہ پیدا کر دیتی ہیں اور اُس کے حل کرنے کے لئے خود تیار نہیں ہوتیں۔

رانچی کالج کی ادبی سرگرمیاں

بزم ادب رانچی کالج کے زیر اہتمام ڈاکٹر ظفر حمیدی صاحب کی صدارت میں ایک جلسہ اور مشاعرہ منعقد ہوا۔ رمز عظیم آبادی، مہر شکردی اور حمیدی صاحب کی نظمیں بہت کامیاب رہیں۔ کالج کے طلبہ نے بھی اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا۔ یونیورسٹی اور کالج کے مختلف شعبوں کے اہل الرائے حضرات نے شرکت فرمائی۔

اُردو ایک مشترکہ میراث

کریم نگر ـ ۳ر جنوری، انجمن ترقی اُردو شاخ ضلع کریم نگر (آندھرا پردیش) کی مجلس انتظامی کا ایک اجلاس ۲۶ر دسمبر ۱۹۶۳ء کو شام کے سات بجے بمقام دفتر انجمن ترقی اُردو، بصدارت مسٹر بکندلال مصرا ایڈووکیٹ و صدر انجمن منعقد ہوا۔ کریم نگر کے ایک علم دوست اور اردو کے بہی خواہ مسٹر سیتا نارائن جوشی صدر ایکشن کمیٹی نے اس اجلاس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اُردو ہماری مشترکہ میراث ہے۔ اس کی حفاظت ہمارا اوّلین فرض ہے۔ انھوں نے کہا کہ کسی زبان کی اشاعت، توسیع اور ترقی کا دار و مدار در اصل اس زبان کے بولنے والے لوگوں کی کوششوں پر ہوتا ہے، اس لئے اُردو زبان بولنے والوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی مادری زبان کی ترقی اور توسیع کے لئے کچھ ایثار اور قربانی سے کام لیں۔

ابتدا میں مسٹر ابو المکارم غازی الدین کمال کریم نگری معتمد انجمن ترقی اُردو کریم نگر نے مسٹر سیتا نارائن جوشی کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ مسٹر جوشی کی اُردو دوستی اور اُن کے مفید مشوروں سے ہمیشہ ہمیں ایک نئی توانائی حاصل ہوتی رہی ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہ بات بھی اُردو دوستی کا بہترین ثبوت ہے کہ مسٹر عبدالرؤف مالک الفا ہوٹل کریم نگر نے انجمن ترقی اُردو شاخ ضلع کریم نگر کے دفتر کے مکان کا کرایہ ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کی ہے۔

انجمن کے انتخابات :-

مجلس انتظامی کے اجلاس میں سابقہ اجلاس کی روداد پیش کی گئی۔ اس کے بعد مختلف مسائل پر غور و خوض کیا گیا۔ انجمن ترقی اُردو شاخ ضلع کریم نگر کے انتخابات کے لئے ۱۵ر جنوری ۱۹۶۴ء کی تاریخ مقرر کی گئی۔ انتخابات کی نگرانی کے لئے ریاستی انجمن کے عہدہ داروں کو مدعو کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اُردو جماعتوں کے قیام اور انتظامات کے سلسلے میں ضلع میں ضلع پریشد اور دفتر مہتمم تعلیمات کو توجہ دلانے، کریم نگر ضلع اُردو کانفرنس منعقدہ ۲۶ر مئی ۱۹۶۳ء کی قراردادوں کو دوبارہ حکومت اور دیگر متعلقہ ذمہ دار اشخاص کو بھیجنے، مرکزی انجمن ترقی اُردو کے ترجمان ہفتہ وار "ہماری زبان"

علی گڑھ کی دس خریداریاں قبول کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

۱۹۶۴ء کے لئے تجاویز:-

اس اجلاس میں ۱۹۶۴ء میں روبہ عمل لانے کے لئے چند تجویزیں منظور کی گئیں، جن میں (۱) ضلع کی سطح پر ایک اُردو لائبریری کے قیام، (۲) ضلع کی انجمن کے ترجمان کی حیثیت سے "انجمن" کے نام سے ایک سہ ماہی رسالے کی اجرائی، (۳) اُردو پرنٹنگ پریس کے قیام کی کوشش اور اُردو ہال کی تعمیر کا آغاز شامل ہیں۔ اُردو ہال کی تعمیر کے سلسلے میں نئی اراضی کی نشان دہی کے سلسلے میں مسرز قاضی محمد بشیر الدین نائب صدر انجمن و میر مجلس بلدیہ، رام پال لاہوتی خازن انجمن و رکن بلدیہ، ابوالمکارم غازی الدین کمال کریم نگری معتمد انجمن پر مشتمل ایک سب کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اُردو ہال کی تعمیر کے لئے مجلس بلدیہ کریم نگر نے ایک اراضی الاٹ کی تھی۔ چونکہ یہ اراضی ناکافی ہے اس لئے اس اراضی کو واپس کر کے نئی اراضی حاصل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

جناب جگن ناتھ آزاد کے اعزاز میں ادبی نشست

۲۸ دسمبر بروز ہفتہ ساڑھے پانچ بجے شام انجمن ترقی اُردو دہلی کی طرف سے جناب جگن ناتھ آزاد کو الوداعی پارٹی دی گئی جن موصوف کا "تبادلہ افسر اطلاعات کی حیثیت سے دہلی سے جموں کو ہو گیا ہے"

اس تقریب میں مولانا عبدالباقی صاحب، گلزار دہلوی، سید مصباح الدین صاحب شکیل اور عبداللطیف اعظمی صاحب نے جناب آزاد کی اُردو خدمات کو سراہا اور ان کے فن کے بارے میں اظہار خیال کیا۔ ساتھ ہی اُمید ظاہر کی کہ وہ کشمیر میں رہتے ہوئے بھی اُردو کے لئے بہت کچھ کر سکیں گے۔

صدر جلسہ جناب اجمل خان صاحب نے اپنی تقریر میں آزاد صاحب کی شاعری پر تبصرہ کیا اور اُن کی زبان کی خاص طور پر تعریف کی۔

آخر میں انجمن کی جنرل سکریٹری بیگم حمیدہ سلطان صاحبہ نے جناب آزاد کو مؤثر الفاظ میں الوداع کہا اور اُمید ظاہر کی کہ وہ پھر جلد دہلی واپس آکر انجمن کی سرگرمیوں میں حصّہ لے سکیں گے۔

جگن ناتھ آزاد کے اعزاز میں الوداعی پارٹی

دہلی۔ ۲ جنوری، گزشتہ دن انجمن تعمیر اُردو کے زیر اہتمام ۵۵ شعراء کی استقبالیہ کمیٹی کی جانب سے جناب جگن ناتھ آزاد کے اعزاز میں اُن کے کشمیر تبادلے پر ایک الوداعی پارٹی اور اعزازیہ مشاعرہ بمقام اردو نا ہال اُردو بازار جامع مسجد دہلی منعقد ہوا، سوا سو سے زائد اہل قلم، دانشور، ادیب، شاعر، صحافی، ناقد، افسانہ نگار اور ادب دوست جمع تھے۔ جلسے کی صدارت چودھری جے کشن کمشنر جبل پور نے فرمائی۔ مشاعرے کی صدارت قادر الکلام علامہ پروفیسر پنڈت تربھون ناتھ صاحب زتشی زار دہلوی یادگار داغ نے فرمائی۔

جناب خلک دہلوی نے نہایت پسندیدہ الوداعی نظم پڑھی اور حضرت ثاقب دہلوی و سردار ساحر سانگلوی نے قطعات پڑھے جناب گلزار دہلوی نے ۱۹۴۵ء سے لاہور و لائل پور کے مشاعروں کے زمانے سے آزاد صاحب سے اپنے تعلقات اور اُنکی محبوب شخصیت و ادبی خدمات کا تفصیل سے ذکر کیا۔ تقریر کے بعد ایک "رخصتی نامہ" بھی اعزاز میں پیش کیا گیا۔ علاوہ ازیں منشی بشیشور پرشاد منوّر لکھنوی، مولوی سمیع اللہ قاسمی، ڈاکٹر خلیق انجم نے بھی اُن کی پُرکشش شخصیت اور ثابت قدمی کو اپنی تقریروں میں خراج پیش کیا۔ عبداللطیف اعظمی و چودھری جے کشن صاحب صدر جلسہ نے بھی آزاد صاحب کی خدمات کو سراہا۔ جناب آزاد نے نہایت پُر اثر انداز میں دلی کے احسانات کا اعتراف کرتے ہوئے انجمن تعمیر اُردو کے اعزاز کا شکریہ ادا کیا اور جوش ملیح آبادی کی صحبت و تربیت کے فیضان، حضرت منوّر اور زار کے بزرگانہ اثر اور گلزار دہلوی کے عزم و ولولہ کو سراہا۔

اسی موقع پر آزاد صاحب کے اعزاز میں الوداعی پارٹی کے طور پر پُر تپاک شاندار عصرانہ دیا گیا۔

بعد ازاں ماہانہ طرحی مشاعرہ منعقد ہوا جس میں ملک کے ممتاز شعراء نے اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کیا۔

مشاعرہ کا انتخاب آئندہ ہدیۂ ناظرین کیا جائیگا۔ اختتام پر گلزار دہلوی جنرل سکریٹری نے جملہ حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔

شاعروں کی محفل

انجمن ترقی اُردو حیدرآباد کے زیر اہتمام چلنے والے دارالمطالعہ و کتب خانہ عام مغلپورہ اور سوشیل ایجوکیشن سنٹر مغلپورہ کی جانب سے یکم جنوری ۶۴ء کو جشن سالِ نو منایا گیا۔ اس موقع پر پہلی مرتبہ "شاعروں کی محفل" کے عنوان سے ایک مخصوص محفل شعر و سخن ترتیب دی گئی تھی، جس کی صدارت ممتاز و منفرد شاعر جناب مخدوم محی الدین نے کی۔ آپ نے اپنی صدارتی تقریر میں ۱۹۶۳ء کی اُردو شاعری کا مختصر لیکن بلیغ تجزیہ کیا اور اُردو شاعری اور اُردو شاعروں کے موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اگر نئے شاعر اپنا مطالعہ وسیع کریں اور پُرانے شاعر صحت مند اور نئے تجربوں پر توجہ کریں تو ایک ایسا ادب پیدا کیا جا سکتا ہے جو زندگی آموز اور زندگی آمیز ہو اس کے بغیر ادب میں حرکت و حیات کا فقدان ہوگا۔

اس کے بعد مشہور و ممتاز شاعروں نے اپنا کلام سُنایا۔ جناب صدر نے سامعین کے اصرار پر اپنی متعدد نظمیں اور غزلیں سُنائیں۔ اس موقع پر ایک پُر تکلف عصرانہ بھی ترتیب دیا گیا تھا۔

انجمن ترقی اُردو آندھرا پردیش کی گشتی چٹھی

انجمن ترقی اُردو کو اضلاع کے مستقر اور تعلقہ جات و دیہات سے کئی شکایتیں وصول ہوئی تھیں کہ جب اُردو ذریعۂ تعلیم کی متوازی جماعتوں کے قیام کا مطالبہ کرتے ہوئے ڈسٹرکٹ ایجوکیشنل آفیسرس اور ضلع پرشدوں کے پاس نمائندگی کی جاتی ہے تو اس پر کوئی خاص توجہ نہیں دی جاتی اور نہ ان نمائندگیوں کو ناظم تعلیمات، حکومت آندھرا پردیش کے پاس روانہ کیا جاتا ہے تاکہ ان کی یکسوئی عمل میں آسکے۔

مجھے یہ اطلاع دیتے ہوئے خوشی ہوتی ہے کہ انجمن ترقی اُردو کی نمائندگی پر معتمدی تعلیمات نے ناظم تعلیمات سے خواہش کی ہے کہ وہ ڈسٹرکٹ ایجوکیشنل آفیسرس اور ضلع پرشدوں کے نام یہ ہدایات جاری کریں کہ "اُردو جماعتیں کھولنے سے متعلق انھیں جو نمائندگیاں وصول ہوں، وہ اپنے طور پر انھیں نامنظور نہ کر دیں بلکہ ان سب کو نظامت تعلیمات پر روانہ کریں"۔

براہ کرم آپ اپنے یہاں جب بھی ضرورت ہو اس حکم کی موثر عمل آوری کے لئے کوشش فرمائیں اور لازمی طور پر ایسی نمائندگیوں اور سجاویز کی ایک نقل ناظم تعلیمات کے نام روانہ کرتے ہوئے انجمن کو بھی مطلع فرمائیں تاکہ حکومت کے اس حکم پر عمل درآمد ہو سکے۔

(حبیب الرحمٰن معتمد اعزازی)

مالک انجمن ترقی اُردو ہند علی گڑھ ۔ پبلشر مدیر حسن پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوا کر دفتر انجمن ترقی اُردو علی گڑھ سے شائع کیا۔